بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

آئینہ انجمن

رمضان المبارک، 1445ھ، اپریل 2024ء

شمارہ نمبر: 62

021 - 34993436 - 7

www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B - 375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی

اس شمارے میں

نمبر شمار	عنوان	صاحب تحریر	صفحہ نمبر
01	فرمان باری تعالی و فرمان نبوی ﷺ	----	02
02	اداریہ، بن کے آیا تھا جو سب خوشیوں کا سامان چلا	ڈاکٹر محمد الیاس	03
03	حمد باری تعالی و نعت رسول پاک ﷺ	اشرف/ریاض الدین	05
04	ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدام القرآن	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	06
05	اقتباس نگران انجمن خدام القرآن	شجاع الدین شیخ	07
06	رمضان کے بعد کیا کریں؟	حافظ محمد اسد	08
07	نوجوانان اسلام اور عید	ریان بن نعمان	12
08	اسلام اور نوجوان	حذیفہ محمود	18
09	احیائی تحریکات کی عمر اور تنظیم اسلامی	عبد الرؤف	20
10	انجمن خدام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں	ماہانہ رپورٹ	26
11	شعبہ ملٹی میڈیا	ماہانہ رپورٹ	29

فرمانِ الٰہی جلّ جلالہٗ
و
فرمانِ نبوی ﷺ

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النحل: 18)

ترجمہ : "اوراگر شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو نہ پورا کر سکو گے ان کو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔"

تشریح : اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتوں میں سے اگر صرف ایک ہی میں غورو فکر کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت و صفت میں اور استحقاق عبادت میں واحد و یکتا ہے ۔ سارے جہاں میں نہ اس کے سوا کوئی متصرف و کارساز ہے ، نہ عبادت اور پکار کے لائق ہے ، چہ جائے کہ اس کی نعمتیں بے حدو حساب اور شمار سے باہر ہوں اور پھر وہ ایسا رحیم و کریم اور غفور و حلیم ہے کہ بندوں کو ان کی ناشکری پر فوراً نہیں پکڑتا اور کوتاہیوں سے درگذر فرماتا ہے اور بندوں کے کفران نعمت کی وجہ سے انعام و احسان کا دروازہ بند نہیں کرتا ۔

(تفسیر جواہر القرآن ۔ ۔ ۔ مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ)

فرمانِ نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ، لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ: خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُفْطِرُوا، وَيُزَيِّنُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: "يُوشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ الْمَئُونَةَ وَالْأَذَى وَيَصِيرُوا إِلَيْكِ، وَيُصَفَّدُ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، فَلَا يَخْلُصُوا إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ، وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ". قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ ، أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفَّى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ.

ترجمہ : "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں ، روزہ دار کے منہ کی بھبک اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے ، افطار تک فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں ، اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو مزین فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے اپنے اوپر سے محنت و تکلیف کو اتار پھینکیں گے اور تیرے پاس آئیں گے ، اس مہینے میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے ، لہٰذا غیر رمضان میں انہیں جو آزادی حاصل ہوتی ہے وہ اس مہینے میں نہیں ہوتی اور ماہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی بخشش کر دی جاتی ہے ۔ کسی نے پوچھا : یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہی شب قدر ہے ؟ فرمایا نہیں البتہ بات یہ ہے کہ جب مزدور اپنی مزدوری پوری کر لے تو اسے اس کی تنخواہ پوری پوری دے دی جاتی ہے ۔"

(مسند احمد ، مسند المکثرین من الصحابۃ ، رقم الحدیث : 7917)

بن کے آیا تھا جو سب خوشیوں کا سامان چلا

ڈاکٹر محمد الیاس

مدیر تعلیم انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

ایک محبوب مہمان جس کا سارا سال انتظار کیا گیا ہو وہ آ کر چلا جائے اور پیچھے بہت سی یادیں بہت سی باتیں چھوڑ جائے۔ ایسا محسوس ہو کہ ابھی تو مہمان آیا تھا اور دیکھتے دیکھتے ایسے چلا گیا کہ بہت سی حسرتیں رہ گئیں۔ وہ دن بھر کا بھوکا پیاسا روزے سے رہنا، وہ کھجور اور پانی سے افطاری کرنا، وہ راتوں کو قرآن سننا، وہ تہجد پڑھنا اور سحری کرنا، وہ مساجد کا آباد کرنا وہ دعاؤں واذکار کی پابندی کرنا، وہ اپنے گناہوں پر رونا، وہ نیکیوں کا موسم بہار چلا گیا۔ مطالعہ، عبادات، ذکرواذکار، دعائیں، سارے سال سے بڑھ کر دعوتِ دین واقامتِ دین کی کوششیں کرنا، کیا کچھ سوچا تھا، کیا کچھ پلان کیا تھا، اس پر کماحقہ عمل نہ ہوسکا۔ بس ایک افسوس اور رنج کا احساس ہے کہ وہ بخشش کا مہینا چلا گیا۔ شیطان اگرچہ قید تھا لیکن نفس کی سستی اور کسل مندی شوق و ذوق پر غالب رہی اور ہماری جو محنت اور کوشش ہونی چاہیے تھی اس میں کمی رہی۔ رمضان ہمارا محبوب، اللہ کی رحمتوں کا مہینا، لیلۃ القدر کا مہینا، جہنم سے آزادی کا مہینا چلا گیا۔ ایک مقدس اور محبوب مہمان چلا گیا۔

رمضان ایک محبوب مہمان تو چلا گیا لیکن ایک تحفہ چھوڑ گیا، وہ تحفہ جو زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے عظیم ترین تحفہ ہے، وہ تحفہ جو منبع و سرچشمہ ایمان وہدایت ہے، وہ اللہ کا آخری اور مکمل کلام جس میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے، وہ تحفہ قرآن حکیم و فرقان حمید ہے۔ آئیں! ساتھیوں عہد کریں کہ ہم اس قرآن کو روزانہ پڑھیں گے، اسے سمجھیں گے، اس پر عمل کریں گے، اسے چہار دانگ عالم میں پھیلائیں گے۔ آئیں! ساتھیوں ہم رمضان میں کیے گئے نیک اعمال کو باقی سال بھی جاری رکھیں نمازوں کی پابندی کریں، نفلی روزے رکھیں، صدقات و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، اپنے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگتے رہیں، اللہ سے دعا کا رشتہ قائم رکھیں۔ آئیں! ساتھیوں رمضان میں جو تقویٰ پیدا ہوا ہے اس کی حفاظت کریں، گناہوں سے دور رہیں، اپنے اوقات کی حفاظت کریں۔ آئیں! ساتھیوں دعوتِ دین اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں پہلے سے بڑھ کر اپنا حصہ ڈالیں۔ آئیں! ساتھیوں دعا کریں کہ اللہ ہمیں آئندہ بھی رمضان کا بابرکت مہینا عطا فرمائے۔ آئیں! ساتھیوں دعا کریں کہ اگر یہ ہماری زندگی کا آخری رمضان تھا تو یہ ہمارے لیے جہنم سے آزادی حاصل کرنے والا رمضان ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

بَن کے آیا تھا جو سب خوشیوں کا سامان چلا — اس لیے غم سے ہے نم آنکھ کہ رمضان چلا
رب نے نازل کیا قرآن مقدس جس میں — سب مہینوں کا بنایا جسے سلطان چلا
جس کی آمد سے لگا جان میں جاں آئی تھی — اپنے عشاق کو کرکے وہی بے جان چلا

ہائے رمضان ترے جانے سے دل ٹوٹتا ہے — کتنی جلدی تو مرے دل کے اے ارمان چلا
تیری خوشبو سے معطر تھی سبھی کی دھڑکن — کرکے اب دل کے گلستاں کو تو ویران چلا
تیری آمد سے جو بکھری تھی لبوں پر سب کے — ساتھ ہی اپنے لیے وہ سبھی مسکان چلا
جس کی سحری کا مزہ اور تھا افطار کا اور — مومنین جس پہ ہیں سو جان سے قربان چلا
زندگی باقی رہی گر تو ملے گا یہ ضرور — ورنہ توصیف سمجھ آخری رمضان چلا

(شاعر: توصیف رضا رضوی باتھ اصلی سیتا مڑھی بہار انڈیا)

حِکمت و دانش

تہذیبوں کا سفر

تہذیبوں کے میل جول سے فعالیت اور انفعالیت کا عمل ضرور شروع ہوجاتا ہے، یعنی ایک تہذیب اثر ڈالتی ہے اور دوسری تہذیب اثر قبول کرتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ اِن دوصورتوں میں کون سی صورت ہمارے لیے قابلِ قبول ہے۔ تہذیبیں برابر کی سطح پر رہ کر کبھی سفر نہیں کرتیں۔ ایک تہذیب غالب ہوتی ہے اور دوسری مغلوب، اس عمل میں کوئی درمیانی راستہ موجود نہیں۔ اگر ہم اپنی تہذیب کو غالب رکھنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں مدافعت کے بجائے جارحانہ قدم اٹھانا ہوگا۔ وہ قومیں زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہا کرتیں جو حفاظت کے لیے اپنے چاروں طرف قلعے تعمیر کرلیتی ہیں۔ اسلامی تہذیب کے اندر دنیا کی غالب تہذیب بننے کی تمام تر صلاحیتیں موجود ہیں۔ اب اس کا انحصار مسلمانوں پر ہے کہ وہ اسے غالب تہذیب بنانے کے لیے کیا کچھ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ کوئی غیور اور آزاد قوم، تہذیب کے معاملے میں کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کیا کرتی۔ قوم کی تہذیبی انفرادیت اگر ختم ہوگئی تو پھر باقی کیا رہا؟ جو لوگ اپنی تہذیب کو چھوڑ کر دوسروں کی تہذیب اپناتے ہیں، اُن کی حیثیت خس و خاشاک سے زیادہ نہیں ہوتی۔

(ملاقاتیں کیا کیا! از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ)

حمدِ باریٰ تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جسے وہ چاہے مشقت سے آزماتا ہے — جسے وہ چاہے عروج و کمال دیتا ہے
رقیب برسوں کی محنت سے وار کرتے ہیں — وہ ایک پل میں سفینہ اچھال دیتا ہے
زمانہ مشکلوں میں جب بھی ڈال دیتا ہے — مرا خدا کوئی رستہ نکال دیتا ہے
ستم ظریف ندامت سے کڑھتے رہتے ہیں — وہ میرے سر سے بلاؤں کو ٹال دیتا ہے
کسی کے آگے نہ دست طمع دراز کیا — بقدر ظرف وہ رزق حلال دیتا ہے
خلوصِ قلب سے جب بھی اسے پکارا ہے — مری دعا کو مرادوں میں ڈھال دیتا ہے

اختر چیمہ

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

درود پاک سے دل میں مرے اجالا ہے — نکھر گیا مرا اس سے حسیں چہرہ ہے
جو لوٹ کے ہے مدینے سے آگیا اس کو — وہی خیال، وہی آرزو دوبارہ ہے
بلا بھی لیجیے سرکار پاس اپنے اب — میری تو سوچ میں رہتا سدا مدینہ ہے
رہیں اماں میں بنتِ نبی کی چادر میں — ردا پاک کا تو بیٹیوں پہ سایہ ہے
سکون دل کو ملا چین اور راحت بھی — نبی کی نعت کو معصوم جب بھی لکھا ہے

معصوم صابری

ملفوظاتِ صدرِ مؤسّسِ انجمن خدّام القرآن، کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

نکتہء توحید کی تفسیر

توحید کی بنیاد پر جو نظام قائم ہوتا ہے صرف اور صرف وہی نظامِ عدل و قسط کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ یہ نظام توحید ہی سماجی سطح پر کامل انسانی مساوات قائم کرتا ہے۔ یعنی نسل، رنگ، زبان، پیشہ اور جنس کی بنیاد پر نہ کوئی بلند و اعلیٰ ہوتا ہے نہ کوئی کمتر و پست۔ پھر مرد و عورت کے منصفانہ طور پر حقوق اور فرائض کو متعین کرتا ہے۔ معاشی سطح پر یہ نظام ملک کے ہر شہری کی ناگزیر بنیادی ضروریات زندگی کی کفالت کا ذمہ دار ریاست کو قرار دیتا ہے۔ آجر اور مستاجر (مزدور و کارخانہ دار) کے درمیان عدل و انصاف اور اخوت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ جاگیرداری کی لعنت کا مکمل خاتمہ کرتا ہے۔ اس نظام توحید میں سیاسی سطح پر حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کی ہوتی ہے۔ ملک کی پارلیمنٹ یا اسمبلی (اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ) کے اصول پر شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے دیگر انتظامی و فلاحی امور کے لیے قانون سازی کی مجاز ہوتی ہے، لیکن وہ اللہ اور رسول ﷺ یعنی کتاب و سنت میں بیان کردہ حدود و تعزیرات میں ایک شوشہ کے برابر بھی تغیر و تبدل کی مجاز نہیں ہوتی۔

(منہج انقلاب نبوی ﷺ)

اقتباس نگرانِ انجمن خدام القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

منافقانہ طرز عمل

عام طور پر ہماری قوم آنے والی مشکلات، پریشانیوں اور مصائب پر فکر مند رہتی ہے اس کے مقابلے میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر رکھا ہے اس کی طرف توجہ کم جاتی ہے۔ ایک صحابی عوارض کا شکار ہو گئے تھے، اس کے باوجود عیادت کے لیے آنے والے لوگ حیران تھے کہ ان کی زبان پر کلمہ جاری تھا الحمد للہ! کسی نے کہا کہ اتنے عوارض ہیں، مشکلات ہیں، پریشانیاں ہیں، اٹھ بھی نہیں سکتے لیکن پھر بھی یہ کلمہ جاری ہے۔ فرمایا: یہ جو سانس چل رہی ہے کیا یہ اللہ کی نعمت کم ہے، باقی پھر گنتے چلے جائیے، کیا اس پر اس کا شکر ادا کرنا واجب نہیں ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ ہم کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہیں۔ لہذا یہ اعتراف کرنا کہ مالک ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم تیرا شکریہ ادا کر سکیں، یہ اعتراف اللہ کو پسند ہے۔ اسی طرح مصائب پر بھی صبر مطلوب ہے اور صبر میں بھی شکر کا پہلو ہوتا ہے۔ بندے کو بخار آگیا، شکر ادا کرے کہ اس سے بڑا مرض بھی لاحق ہو سکتا تھا، ہارٹ سرجری کا مسئلہ ہے تو شکر ادا کرے کہ اس سے بڑا مسئلہ بھی لاحق ہو سکتا تھا۔ بندہ اگر اس انداز سے سوچے تو اس قدر اللہ کی نعمتیں نظر آئیں گی کہ وہ اس میں شکر کا پہلو ڈھونڈ ہی لے گا۔

(خطاب جمعہ، اگست 2021ء، جامع مسجد شادمان ٹاؤن، کراچی)

رمضان کے بعد کیا کریں؟

حافظ محمد اسد

استاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اُمّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بڑا احسان کیا کہ سال بھر میں "رمضان المبارک" جیسا عظیم الشان مہینا عطا فرمایا جس میں دن کے روزے اور رات کے قیام (تراویح) کو ذریعہ تقرب بنا کر انسان کی بخشش اور نجات کا سامان فراہم کردیا۔ اس پر یہ جود و کرم بھی فرمادیا کہ سرکش شیاطین کو قید کردیا تاکہ میرے بندے عمل میں انہماک اور توجہ کے حصول میں دشواری محسوس نہ کریں۔ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا تو یہ ہے کہ انسان اپنے کاموں کو مختصر کرکے اس ماہ مبارک میں خوب نیکیاں سمیٹے اور اپنی مغفرت و بخشش کروائے۔ لیکن انسان اپنی سستی اور بشری تقاضوں کے حصول کے گرداب سے چھٹکارا حاصل کرنے میں اکثر ناکام رہتا ہے، اس لیے وہ عمل کے میدان میں بہت کچھ نہیں کرپاتا۔

البتہ اس ماہ مبارک کا ایک خاص اثر ہے کہ پورے سال نمازوں میں نظر نہ آنے والے لوگ بھی مسجدوں کا رُخ کرتے دکھائی دیتے ہیں اور سال بھر قرآن کریم کی تلاوت نہ کرنے والا شخص بھی قرآن کریم کا کچھ نا کچھ حصّہ ضرور پڑھتا ہے۔

غور کریں تو "رمضان المبارک" کا اصل مقصد "تقویٰ" کا حصول ہے۔ جس کا ذکر خود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے واضح فرمایا ہے چناں چہ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرة: 183)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

"تقویٰ" کا پیدا ہونا روزہ کا لازمی نتیجہ ہے اور یہ صرف اس ماہ تک محدود نہیں بلکہ پورے سال مطلوب ہے۔ اس ماہ مبارک یہ مشق کروائی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حلال چیزوں سے تمہیں روک دیا ہے (بلکہ کمزور سے کمزور روزہ دار کے اخلاص کی بھی یہ کیفیت بن جاتی ہے کہ تنہائی میں بھی اسے گوارہ نہیں کہ وہ اپنا روزہ توڑ ڈالے اور رب تعالیٰ کو ناراض کرے) اسی طرح غیر رمضان میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا ہے۔ خصوصاً تنہائی کے لمحات میں بھی بچنے کی فکر کرنی ہے جو اصل مطلوب ہے۔ اگر رمضان کے بعد یہ کیفیت حاصل نہ ہوئی تو گویا انسان "روزہ" کی روح کو نہ پاسکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ. (مسند الدارمي - ت الزهراني، 897/2)

کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جن کو اُن کے روزوں سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو ان کے قیام سے سوائے جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اب کچھ سوالات ذہن میں آتے ہیں کہ:

۱۔ کیا روزے دار رمضان کے بعد بھی اسی حالت پر رہتا ہے. جس پر وہ رمضان المبارک میں تھا؟ یا وہ اس عورت کی طرح کرتا ہے. جس نے سوت کاتا اور کاتنے کے بعد پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا؟

۲۔ تو کیا وہ جو رمضان المبارک میں روزہ دار، اور قرآن مجید کا قاری اور تلاوت کرنے والا، اور صدقہ وخیرات کرنے والا، راتوں کو قیام کرنے والا اور دعوتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا تھا۔ وہ رمضان کے بعد بھی اسی حالت پر رہے گا یا کسی اور راہ یعنی شیطان کے راستے کا راہی بنتا ہوا معاصی وگناہوں کا ارتکاب کرنے لگے گا جو اللہ ورحمن کے غضب کا باعث ہوں؟

بلاشبہ رمضان کے بعد مسلمان کا اعمال صالحہ کرنے پر (استقامت کے ساتھ) اطاعت پر صبر کرنا اور اسی حالت پر باقی رہنا اللہ کریم ومنان کے ہاں رمضان المبارک کے روزے قبول ہونے کی علامت ہے۔ اور رمضان المبارک کے بعد اعمال صالحہ ترک کرنا اور شیطان کے راستوں پر چلنا ذلت ورسوائی اور حقارت وگھٹیا پن ہے، جیسا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

وہ اس کی بارگاہ میں ذلیل وخوار ہو گئے تو اس کی نافرمانی شروع کر دی اور اگر وہ اس کے ہاں عزت والے ہوتے تو وہ انہیں اس سے بچا لیتا (اقوال سلف صالحین) اور جب بندہ اللہ تعالی کے ہاں ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے تو کوئی بھی اس کی عزت نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ (الحج: 18)

جسے اللہ عزوجل ذلیل کر دے اسے کوئی بھی عزت دینے والا نہیں ہے۔

جائزہ لیں تو رمضان المبارک کے بعد لوگوں کے معمولات اور رویوں میں تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں، ان کو اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے یعنی:

ایک صورتِ حال تو وہ ہے کہ آپ کسی شخص کو رمضان المبارک میں اللہ تعالی کی اطاعت کرنے میں مجتہد پائیں گے اور جب بھی دیکھیں یا تو وہ سجدہ میں ہو گا اور یا پھر قیام کر رہا ہو گا یا پھر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے پائیں گے، اور یا پھر آپ اسے روتا ہوا پائیں گے کہ آپ کو سلف صالحین کی عبادت یاد آجائے گی۔ یہاں تک کہ آپ اس کی شدت اجتہاد اور کوشش کی وجہ سے اس کے ساتھ شفقت وپیار اور محبت کرنے لگیں گے، لیکن جیسے ہی شرف وفضیلت کا مہینہ "رمضان المبارک" ختم ہوا تو وہی شخص اپنی معصیت اور گناہ کی زندگی کی طرف لوٹ آیا گویا کہ وہ اطاعت کے قید خانہ میں بند تھا۔ تو اس طرح وہ شہوات، ہفوات اور غفلت کی طرف واپس آ کر یہ گمان کرتا ہے کہ اس میں ہی اس کے ھم وغم اور پریشانی کا علاج ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ معاصی اور گناہ ہلاکت کا سبب ہیں۔ وہ بھول جاتا ہے کہ گناہ اور معاصی زخم ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے زخم بھی ہیں جو اسے ہلاکت میں بھی ڈال سکتے ہیں، پھر کتنے گناہ اور فسق وفجور ایسے ہیں جس کی بنا پر بندہ موت کے وقت کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" سے محروم ہو جاتا ہے۔

وہ رمضان المبارک کا پورا مہینہ اطاعت وفرمانبرداری، ایمان کی کیفیت اور قرآن کی تلاوت اور اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے والی سب عبادات میں گزارنے کے بعد دوبارہ پیچھے کی جانب اوندھے منہ جا گرتا ہے (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ) اور سالانہ (فصلی بٹیرے کی طرح) عبادت کرنے والے جنہوں نے صرف موسم میں ہی عبادت کرنی ہوتی ہو وہ صرف اللہ تعالی کو اسی موسم میں جانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں یا پھر کسی سزا کے ڈر سے لیکن جب یہ موسم چلا جائے تو اطاعت وفرمانبرداری بھی ختم! افسوس ان کی یہ عادت تو بہت ہی بری اور قابل مواخذہ ہے:

کسی دانشور نے کیا ہی خوب کہا ہے:

نمازی نے نماز صرف کسی مطلب کے لیے پڑھی اور جب وہ مطلب پورا ہو گیا تو نہ نماز رہی اور نہ ہی روزہ۔

افسوس! تو بتائیں کہ جب رمضان المبارک کے بعد پھر انھیں غلط کاموں اور شنیع حرکتوں کی طرف پلٹنا ہے تو پھر اس پورے مہینے کی عبادت کا کیا فائدہ؟

دوسری کیفیت رمضان کے بعد اُن لوگوں کی ہوتی ہے جنھیں "رمضان المبارک" کے جانے کا افسوس ہوتا ہے اور انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ان کا کوئی بہت ہی عزیز شخص انہیں چھوڑ کر چلا گیا ہو۔ اس لیے کہ انہوں نے "رمضان المبارک" میں ایمان حقیقی کی مٹھاس چکھی ہے. جس کی بنا پر ان کے صبر کی کڑواہٹ جاتی رہی۔ اور اس لیے کہ انہوں نے اپنی حقیقت کو پہچان لیا کہ وہ اپنے رب کے محتاج ہیں، اسی لیے انہوں نے روزے بھی اخلاصِ نیت کے ساتھ رکھے اور رمضان المبارک میں راتوں کا قیام بھی ذوق و شوق سے کیا۔ اس لیے "رمضان المبارک" کے وداع ہونے سے ان کے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ان کے دل کی کثافتیں دھل جاتی ہیں، اور ان میں گناہ گار کو یہ امید ہو جاتی ہے کہ وہ آگ سے آزادی حاصل کر کے نجات حاصل کر لے گا اور قبولیت اعمال والوں کی صف میں شامل ہو جائے گا۔

اب اس ماہِ مقدس کو گزارنے کے بعد ہر شخص کو خود اپنا جائزہ لینا چاہیے کیونکہ ہر انسان خود کا سب سے بڑا محتسب ہوتا ہے۔ ہمارے علم میں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی کے ہاں محبوب اور پسندیدہ عمل وہ ہیں جو ہمیشہ کیے جائیں چاہے وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا مِنَ الأَعْمَالِ ما تُطِيقُونَ، فإنَّ اللَّهَ لا يَمَلُّ حتَّى تَمَلُّوا، وإنَّ أحَبَّ الأَعْمَالِ إلى اللَّهِ ما دَامَ وإنْ قَلَّ (صحيح البخارى، رقم الحديث: 5861)

لوگو! جتنی بھی طاقت رکھتے ہو عمل کیا کرو اس لیے کہ اللہ تعالی کو ملال نہیں ہوتا حتی کہ تم خود تنگ دل ہو کر اکتاہٹ محسوس کرنے لگو، اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین اعمال وہ ہیں جن پر ہمیشگی کی جائے چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔

"رمضان المبارک" کے بعد آدمی فرائض و نوافل کا ایسا خوگر بن جائے کہ ان کے بغیر رات میں نیند آئے نہ دن میں چین و سکون کا احساس ہو۔

"رمضان المبارک" اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ جلوہ فگن ہوا اور بڑی تیزی سے ہمارے درمیان سے رخصت بھی ہو گیا۔ یہ مہینا ایک مسلمان کو ایمانی اور عملی طور پر عروج اور بلندی عطا کرتا ہے۔ ان میں وہ یقین اور ایمان پیدا کرتا ہے جو مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہے اور جو اسلام میں مطلوب اور مقصود ہے۔ عملی طور پر بھی ان میں وہ اسپرٹ پیدا کی جاتی ہے کہ اگر رمضان کے بعد بھی اسی رفتار سے سفر جاری رکھا جائے تو آخرت کی منزل آسان ہو جائے گی اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں وہ راحت نصیب ہوگی جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن یہ ہمارا المیہ ہے کہ "رمضان المبارک" میں جو عمل کیا جاتا ہے اس کی رفتار بعد میں سست پڑ جاتی ہے۔ مسجدیں ویران ہو جاتی ہیں، چٹائیاں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں، قمقمے اتار دیے جاتے ہیں اور اب پرانے نمازیوں کی وہی ایک دو صفیں باقی رہ جاتی ہے جو پورے سال چلتی ہیں حالانکہ رمضان اس لیے دیا گیا تھا تاکہ اس میں مسلمانوں کی ایمانی و عملی شمع کی لو تیز ہو سکے اور مسلمان رمضان کے بعد چلتا پھرتا قرآن نظر آئیں، ان کی زندگی قرآنی تعلیمات کے سانچے میں اس طرح ڈھل جائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ شریعتِ اسلامی کو سمجھ سکیں۔ انسان کا دل، سوچ، سمجھ، انداز اور اخلاق و کردار سب کچھ اس طرح بدل جائیں کہ رمضان کے بعد ایک نئی اور صالح زندگی کا حامل بن جائے اور زندگی میں ایک طرح کا انقلاب برپا ہو جائے کہ اگر وہ رمضان سے قبل سودی معاملات کا کاروبار کرتا تھا تو اب وہ توبہ کر لے اور اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ خدانخواستہ اگر وہ کسی گناہ کبیرہ میں ملوث تھا

تواب اس سے نفرت پیدا ہوجائے۔ دھوکہ دہی، کذب بیانی، ظلم وزیادتی، حسد، غیبت اور دوسرے منکرات سے توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے آپ کو پاک وصاف کرلے اور دوبارہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہرگز نہ کرے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ جورب "رمضان المبارک" کا ہے وہی رب جمادی الاوّل اور شعبان وذی الحجہ اور محرم وصفر اور باقی سارے مہینوں کا بھی ہے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے لیے جو عبادت مشروع کی ہے وہ اسلام کے پانچ ارکان میں ہے جن میں "رمضان المبارک" کے روزے بھی ہیں (جوایک وقت محدود میں آتے ہیں)، تواسی طرح باقی ارکان حج زکوٰۃ ونماز وغیرہ میں بھی ہم اللہ تعالی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ لہٰذا ہمیں وہ بھی کماحقہ ادا کرنا ضروری ہیں۔

ذیل میں چند اہم چیزیں یادرکھنے کی ہیں جن کا رمضان کے بعد بھی اہتمام کرنا چاہیے درحقیقت یہی رمضان المبارک کی قدردانی اوراس کا پیغام ہے۔

۱۔ رمضان کے بعد نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں اوراس سے تعلق باقی رکھیں۔ کم سے کم فجر کی نماز کے بعد ایک خاص مقدار میں تلاوت قرآن کو اپنا معمول بنالیا جائے پھر اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔ ان شاء اللہ اس سے روزی اور تمام کاموں میں برکت پیدا ہوگی۔

۲۔ قرآن کریم کے معانی ومفہوم پر غوروتدبر کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ یہی دراصل قرآن کے نزول کا مقصد ہے۔

۳۔ "رمضان المبارک" کا مہینا ہمدردی وغم خواری کا ہے۔ عام طور پر مسلمان اس میں محتاجوں، مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو اپنے افطار وسحر میں شامل رکھتے ہیں، ان کی دعوت کرتے ہیں۔ ہمدردی کا یہ جذبہ رمضان کے بعد بھی باقی رہنا چاہیے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے نبی محمد ﷺ اُن کی آل اوران کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

نوجوانانِ اسلام اور عید

ریان بن نعمان

طالب علم سال دوم، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

قوموں کی زندگی میں نوجوانوں کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ قومی سلامتی و ترقی، چاہے وہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق ہو، نوجوانوں کے تعاون کے بغیر تقریباً ناممکن ہے۔ قوموں کے عروج و زوال، ترقی و تنزلی اور استحکام و انتشار میں نوجوانوں کا رویہ اظہر من الشمس ہے۔ کسی بھی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے، یہ نوجوان طبقہ ہی ہے جس نے قوموں کی معماری کے فرائض سر انجام دیے ہیں اور قوموں کی اُٹھان میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ نوجوان اپنے اندر گرم خون رکھتا ہے، کسی نظریے پر ایک بار دل ٹھک جائے تو اپنا سب کچھ اس نظریے پر لگا دینے حتیٰ کہ جان تک نچھاور کر دینے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ مصلحتیں، تعصبات اور مفادات اس کے جذبوں، امنگوں اور حوصلوں کی گرمائش کے سامنے نہیں ٹکتے۔ اگر اسے ابتدا ہی سے نیک صحبت، قرآن و صاحبِ قرآن سے تعلق، دین کی صحیح سمجھ اور فکر، حق و باطل میں تمیز کی صلاحیت پیدا کرنے والا علمِ نافع، حق پر چلانے والے شفیق ہاتھ اور قلوب کو امت کے درد سے بھر دینے والے صالح مربیّین میسر آ جائیں تو اندھیروں میں نورِ حق کے متلاشی اذہان کو ایک رہبر اور ذلت و پستی کی کھائیوں میں گرتی امتِ پریشاں کو ایک مضبوط کندھا فراہم ہو جاتا ہے۔

خالقِ انسانیت نے اپنے کلامِ لاریب میں نوجوانی کے دور کو زیب و زینت سے تعبیر کیا ہے (سورۃ الحدید آیت: 20)، مراد یہ ہے کہ دیگر ادوارِ زندگی کی بہ نسبت اس عمر میں انسان کا فطری و طبعی میلان زیب و زینت، آرائش و زیبائش کی طرف بہت زیادہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر اس رجحان میں زیادتی حدود کو تجاوز کر جائے تو پھر انسان دینی، قومی و اخلاقی تقاضوں سے غفلت برتتے ہوئے اپنے حسن ہی کا دیوانہ بنا پھرتا ہوں، کہ مصداق اپنے مال و جان اور صلاحیتوں کا بہتر و بیشتر حصہ ظاہری آرائش و زیبائش، دنیوی چمک دمک کے حصول اور تعیشات کی فراہمی میں ضائع کر دیتا ہے۔ اسے ہر دم اپنے ظاہری حلیے اور جسمانی عیوب کے تدارک کی تو فکر دامن گیر رہتی ہے مگر باطنی احوال کی اصلاح اور روحانی عیوب کے تدارک کا کوئی ہوش نہیں رہتا، وہ مخلوق کے درمیان اپنی عزت و تکریم کا تو خواہش مند رہتا ہے مگر خالق کی نگاہ میں اس کا کیا مقام ہے؟ اُسے اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ ظاہری چال ڈھال، طرزِ گفتگو و طرزِ لباس اور نشست و برخاست کے طریقوں میں تو عرف (ٹرینڈ/فیشن) کا خوب خیال رکھتا ہے مگر اپنے اخلاق کی تصحیح، فکر کی تطہیر اور اعمال کی تعمیر کی طرف کوئی توجہ نہیں رکھتا۔ کسی قوم کے نوجوانوں اکثریت کا حال جب یہ ہو جائے کہ توجہ کا ارتکاز روح کے بجائے جسم، اخروی حیات کے بجائے دنیوی حیات اور اللہ، رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ کے بجائے دنیا و مافیہا پر ہو جائے تو مسبب الاسباب کے سوا کوئی سبب اس قوم کو تنزلی سے نہیں بچا سکتا۔

احد کے میدان میں گھمسان کا رَن پڑ رہا ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک خطا سے فتح عارضی شکست میں بدل رہی ہے اور مسلمان دونوں اطراف سے دشمن کے نرغے میں گھر چکے ہیں اور پے درپے شہادتوں کی غمناک اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ---جنگ ختم ہو چکی

ہے، مسلمان غمگین دل کے ساتھ اپنے شہداء کی تدفین میں مصروف ہیں۔ ایک نوجوان کا لاشہ آقا دوجہاں ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لایا جاتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ شہید کے جسم پر فقط ایک چادر ہے اور وہ بھی اتنی چھوٹی کی پاؤں ڈھانکیں تو سر کھل جائے اور سر ڈھانپیں تو پاؤں کھل جائیں۔ جنابِ اقدس ﷺ کی آنکھیں آبدیدہ ہوجاتی ہیں اور آپ ﷺ رندھی ہوئی آواز میں فرماتے ہیں کہ اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس پھوس ڈال دو۔ یہ عظیم نوجوان کون ہے؟ یہ کون راہِ بہشت کا مسافر ہے کہ جس نے مختصر سی عمر میں اپنی منزلِ مقصود پالی؟ یہ کون مجذوب ہے کہ جس نے اپنی ابھرتی ہوئی نوجوانی، اپنا گھر بار، ذہانت و فطانت، تعیشات و تن آسانیاں، دنیوی رونقیں غرض ؎ میرے قافلے میں لٹادے اسے، لٹادے! ٹھکانے لگادے اسے، کہ مصداق اپنا سب کچھ راہِ عشق میں لگادیا حتی کہ جان بھی جان آفریں کے سپرد کردی۔ ذرا دیکھو تو صحیح یہ کون ہے؟ ارے یہ تو وہی ہے کہ جس کے کپڑے شام اور یمن سے سل کر آتے تھے، یہ تو وہی ہے جو ایک جوڑا دوسری بار نہیں پہنتا تھا، ہاں ہاں یہ وہی ہے جو خوشبو ایسی لگاتا تھا کہ جس گلی سے گزر جاتا لوگ سمجھ جاتے کہ کون گزر رہا ہے، لازوال حسن کا مالک، دل نشین آواز کا حامل، مضبوط اعصاب، نبی اکرم ﷺ سے انتہائی مشابہ باوقار چہرہ!! جی ہاں! یہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو قبل از قبولِ اسلام دنیا پرست نوجوانوں کے آئیڈیل تھے مگر بعد از قبولِ اسلام خدا پرست نوجوانوں کے لیے روشن نمونہ ٹھہرے، جن کی دعوتِ قرآنِ مجید نے یثرب کو مدینۃ النبی ﷺ بننے کا شرف بخشا، جن کی زندگی نوجوانِ اسلام کے لیے دعوتِ فکر و عمل ہے، جن کی حیاتِ طیبہ زندگی کا لائحہ عمل طے کرنے میں معاون ہے،

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ تو ایک مثال ہے، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے نوجوان ہیں جو فقہاءِ صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور جو حیدرِ کرار اور فاتحِ خیبر جیسے لقب سے ملقب ہوئے، سلمان فارسی، خالد بن ولید (سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللهِ)، زید بن حارثہ، جعفرِ طیّار سمیت سینکڑوں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے نوجوانی کا حق ادا کیا اور اسلام کی بھرپور خدمت کی۔

تاریخِ اسلامی کا ادنیٰ سا طالبِ علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ پر ابتداءً ایمان لانے والوں میں دو طبقے بہت نمایاں تھے، ایک غلام طبقہ اور دوسرا نوجوان طبقہ۔ دورِ صحابہ کے بعد امت بانجھ نہیں ہوگئی بلکہ اسلام اور مسلمانوں کو بامِ عروج پر پہنچانے والے مسلم فاتحین کی فہرست پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو محمد ابن قاسم سے لے کر صلاح الدین ایوبی تک اور طارق ابن زیاد سے لے کر سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ علیہم تک نوجوانوں کی ہی بڑی تعداد آپ کو نظر آئے گی کہ جن کے ناموں سے کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری رہتا تھا۔ بلند مقاصد، پختہ عزائم، عبقری ذہانت، زیرک عقل، عقابی نگاہ، بلا کی طاقت، پاکیزہ اخلاق، خوفِ خدا، فکرِ آخرت، حبِّ رسول ﷺ اور امت کا غم رکھنے والے یہ نوجوان بلاشبہ اقبال کے شاہین کی تمام صفات سے متصف اور ان اشعار کے مصداق تھے

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

اور

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

جن کے دن گھوڑے کی پیٹھوں پر دشمنانِ اسلام کے تعاقب میں گزرتے اور راتیں اپنے پروردگار کے حضور گریہ وزاری میں صَرف ہوتیں۔ جن کے ہاتھ حالات کی نبض پر ہوتے اور پاؤں اعداء خالق و مخلوق کی گردنوں پر، جن کے مفتوحین اپنے فاتحین کے آنے پر دروازے کھول کر استقبال کرتے اور جانے پر دھاڑیں مار مار کر رویا کرتے تھے، جن کے نفوس ہر قسم کی آلائشوں سے پاک وصاف اور نورِ ایمان سے منور تھے، جن کی ارواح ان کے اجسام پر غالب ہوتیں اور اجسام مخلوق کو تکلیف دینے اور خالق کی نافرمانی سے بری ہوتے۔ شاید اِنہیں کے لیے شاعر نے یہ شعر کہا تھا کہ

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہلِ دل　　ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

آہ!! آج کہاں ڈھونڈیں ایسے بُت شکنوں کو

ڈھونڈو انہیں چراغِ رخِ زیبا لے کر

آج مسلمانوں میں نوجوانوں کی بڑی تعداد موجود ہے (واضح رہے کہ یہاں نوجوانی کو عمر کے کسی حصے میں مقید نہیں کیا جا رہا، اگر حوصلے بلند ہو اور امنگیں جوان ہو تو بالوں کی سفیدی کی کیا مجال کہ وہ کسی انسان کو بوڑھا کر دے) مگر ابلیس کے اس قول کے مطابق کہ

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ　　کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

جواں مرد بہت کم ہیں۔ وہ اعلیٰ مقاصد، وہ بلند حوصلے اور وہ پختہ سیرت جن کے حامل ہمارے اسلاف تھے، آج ہم میں مفقود ہیں، الاماشاء اللہ! اسی مفقودیت کا شاخسانہ ہے کہ آج سسکتی امتِ مسلمہ کا کوئی پرسان حال اور پستیوں کی پستی میں گرتے مسلمانوں کو کوئی مضبوط سہارا میسر نہیں ہے۔ بقول شاعر:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے　　وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج　　یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے

صلاح الدین ایوبی، محمد ابن قاسم کی تعریفیں کرنا، ان کی بہادری کے گُن گانا اور ان کے مثل بہادروں کی پیدائش کی دعا کرنا بہت آسان ہے مگر خود صلاح الدین بننا، ابن قاسم وابنِ زیاد رحمۃ اللہ علیہم کے اوصاف اپنانا بڑے جی گردے کا کام اور وقت کی اصل ضرورت ہے۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے　　وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

آج نوجوانوں کا پسندیدہ مشغلہ آوارہ گردی کرنا ہے۔ دنیوی آسائشات کے حصول میں Never Settle For Less کے نعرے ہیں مگر نیکی کے میدان میں کم سے کم پر مکتفی ہیں۔ وہ علم جو انسان کو ترفع بخشتا ہے، Visionary Muslim بناتا ہے، حق وباطل کی تمیز سکھاتا ہے، جسمانی صلاحیتوں کو ابھارتا ہے اور نکھارتا ہے، تزکیہ و تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح کا کام کرتا ہے، مخلوق کی ذہنی وجسمانی غلامی سے نکال کر خالق کی غلامی میں دیتا ہے، دنیوی علوم وفنون (Science & Technology) کو علمِ وحی کا Shelter عطا کرتا ہے، غرض انسان کی صحیح رخ پر تربیت کر کے وقت کی ضرورت کے عین مطابق متوازن شخصیت تشکیل دیتا ہے، (وہ علم) اغیار کی سازش اور اپنوں کی عدم توجہی بلکہ مجرمانہ غفلت کے بسبب ہمارے تعلیمی اداروں سے اٹھ چکا ہے، بقول علامہ اقبال:

ہم تو سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

اور بقول اکبر الہ آبادی :

یوں قتل سے بچوں کے بدنام نہ ہوتا افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

آج ان اداروں سے ایسی نوجوان نسل تیار ہو رہی ہے کہ جو نہ اپنے مذہب دینِ اسلام سے مخلص ہے اور نہ اپنے وطن پاکستان سے۔ اسلام کے نام سے اسے چڑ اور الرجی ہوتی ہے۔ ان کے شب و روز، ان کے معمولات، ان کے طرزِ تکلّم، طرزِ لباس، طرزِ رہائش، طرزِ فکر مغربی تہذیب سے مرعوبیت کی غماضی کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں نہ امتِ مسلمہ کے غموں سے کوئی سروکار ہے، نہ مملکتِ خداداد پاکستان کے مسائل سے کوئی دلچسپی۔ اپنی ذات میں مگن، سارا سارا دن آوارہ گردی، منشیات میں بتلا اور کھالے پی لے جی لے کے نظریے کے قائل ہماری نوجوان نسل!!!!

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسی اثنا میں نزولِ قرآن کا مہینہ رمضان المبارک اپنی تمام تر رحمتوں، برکتوں اور نعمتوں کے ساتھ سایہ فگن ہو جاتا ہے، فسق و فجور کی تپتی دھوپ میں رحمتِ الٰہی کی ٹھنڈی چھاؤں فراہم ہو جاتی ہے، زنگ آلود دلوں کی صفائی کا انتظام ہو جاتا ہے، بے قرار روحوں کو قرار آجاتا ہے، ویران مساجد ایسے آباد ہو جاتی ہیں کہ مہینوں کے بے نمازی بھی مساجد میں نظر آنے لگتے ہیں، گرد سے اَٹے مصاحفِ قرآنی اپنے صفحات پر انسانی لمس محسوس کرنے لگتے ہیں۔ لیکن ذرا ٹھہریے!! یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے سب کچھ رسمی انداز سے ہو رہا ہے، چاروناچار ہو رہا ہے، بوجھل دل کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جی ہاں! بالخصوص نوجوان اور بالعموم پوری قوم کے غیرِ رمضان کے وہی معمولات تقویٰ کوٹڈ (Taqwa Coated) انداز میں جاری و ساری ہوتے ہیں، الا ماشاء اللہ!۔ رمضان المبارک کی قیمتی ترین راتیں قرآن مجید کے ساتھ بسر ہونے کے بجائے کرکٹ میچز، لڈو، تاش جیسی دیگر فضولیات کی نذر ہو رہی ہوتی ہیں اس احساس کے ساتھ کہ جناب تراویح تو پڑھ لی ہے۔ آخری عشرے میں بے مثل اجر و ثواب کے حصول کی راتیں (زمین پر سب سے ناپسندیدہ جگہیں) بازاروں کی نذر ہو رہی ہوتی ہیں کہ عید بھی سر پر ہے۔ اسکرین کے سامنے یا دوستوں کے درمیان وقت بِتایا جا رہا ہوتا ہے کہ کیا کریں روزہ ہے، ٹائم تو پاس کرنا ہے۔ روزے کے بعد خوب سگریٹ نوشی کی جا رہی ہوتی ہے اس خیال میں کہ اس کی ممانعت تو فقط دورانِ روزہ تھی۔ رمضان ٹرانسمیشن کے نام پر وہ طوفانِ بدتمیزی کہ الامان والحفیظ!! گویا رمضان المبارک جو حصول و تقویٰ اور تجدیدِ تعلقِ قرآن کے ذریعے روحانی بالیدگی کا جو پروگرام لایا تھا وہ تو پسِ منظر میں چلا جاتا ہے اور رمضان کے ہر گزرتے دن کے ساتھ ایمانی جذبات مدھم پڑتے جا رہے ہوتے ہیں گویا ہم اپنے غیرتِ ایمانی، تعلق مع اللہ، حیا، حسنِ اخلاق وغیرہ ایک گھٹڑی میں باندھ کر جاتے ہوئے رمضان کے ہاتھوں میں تھما کر زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اے ماہ مقدس! یہ بھی ساتھ ہی لے جائیے، اگلے سال اگر آپ ہماری زندگی میں تشریف لائے تو اپنے ساتھ ہی لے آئیے گا، ہم سے یہ بوجھ سنبھالا نہ جائے گا۔ بقول شاعر:

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

جیسے ساری انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح نوجوانوں کی ایک اقلیت ایسی بھی ہوتی ہے کہ جن کی زندگی میں رمضان واقعی انقلاب فی الحیاۃ کا پیش خیمہ

ثابت ہوتا ہے۔ جن کی قبل از رمضان اور بعد از رمضان کی زندگی برابر نہیں ہوتی، جن کی زندگی میں ماہِ رمضان واقعی عہدِ بندگی کی تجدید کا سبب بنتا ہے۔

ربِ کریم نے اپنے بندوں کو تحفتاً عید الفطر عطا فرمائی ہے کہ وہ شکرانے کے طور پر نمازِ عید ادا کریں کہ الہ العالمین نے انہیں رمضان جیسا پر نور ماہ عطا فرمایا۔ اس خوشی کے موقع پر بھی نوجوان نسل کا خوشی منانے کا انداز بڑا ہی بے ہنگم ہوتا ہے۔ بائیکوں سے سائلینسر نکال کر سارا سارا دن آوارہ گردی کرنا ان کا عید منانے کا انداز ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

گویا اُدھر شیطانِ لعین ایک ماہ کی قید سے آزاد ہوا اور ادھر بندے ایک ماہ کی بندگیٔ رب سے۔ واللہ! دل کڑھن سے جل رہا ہوتا ہے نوجوانوں کا یہ لااُبالی پن دیکھ کہ جو خوشی و غمی منانے کے آداب سے بھی بے بہرہ ہیں۔

ویسے بھی یہ سال امتِ مسلمہ کے لیے "عام الحزن" کی مانند ہے کہ جو قیامت مشرقِ وسطیٰ میں فلسطینی بھائیوں، بہنوں اور بچوں پر بیت رہی ہے کہ وہ تا حال وحشی درندوں کے نرغے میں ہیں اور ظالم کتے ہمارے جسدِ ملّی کے ایک حصے کو بھنبھوڑ رہے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں کے مقتدر طبقات بے غیرتی و بے حسی کی اعلیٰ مثالیں قائم کرتے ہوئے کفِ دست پر ٹھوڑی رکھے تماش بین بنے ہوئے ہیں اور عوام الناس میں بھی اسرائیل نواز کمپنیوں کے بائیکاٹ کا جذبہ ماند پڑتا جا رہا ہے۔ اگر کسی کی ٹانگ میں جنگلی کتے نے اپنے دانت گاڑے ہوئے ہوں تو کیا اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ اس کا چہرہ اس کے درد و غم کا ترجمان اور اعضاء اس اذیت سے نجات پانے میں مصروفِ عمل ہوں گے۔ تو کیا کوئی باغیرت نوجوان کہ جو فلسطین و فلسطینیوں کے لیے جان تک قربان کرنے کا جذبہ رکھنے کے باوجود بے بسی کے ہاتھوں گھلتا رہا، اس عید پر دلی مسرت محسوس کر سکے گا؟ ناممکن! اس کو تو یہ غم کھاتا رہے گا کہ جب وہ پرسکون ماحول میں آرام دہ زندگی گزار رہا تھا تو اہلِ غزہ پر کیا قیامت خیز لمحات بیت رہے تھے، جب وہ سحر و افطار پر پُر تکلف کھانوں اور مشروبات سے لطف اندوز ہو رہا تھا تو فلسطینی بچے کس بھوک و افلاس سے گزر رہے تھے۔ ان پر ماہِ رمضان روزے نہیں لایا بلکہ وہ تو کئی مہینوں سے حالتِ صوم میں تھے۔ جب وہ سحر و افطار پر اپنے گھر والوں کے ساتھ بخیریت و عافیت موجود تھا تو غزہ کا کوئی بچہ اپنی شہید ماں کی راہ تکتا ہوا آبدیدہ تھا کہ جس نے گذشتہ رمضان اسے سحری و افطاری بنا کر کھلائی تھی اور کوئی ماں اپنے شہید بچے کی یاد میں غمگین تھی کہ جس کو گذشتہ رمضان اس نے اپنے ہاتھوں سے سحری و افطاری کھلائی تھی۔ غرض غزہ کے باسیوں نے اس پیارے مہینے میں بھی اپنے پیاروں کو کھویا۔ ان کے لیے کیا عید کی خوشی اور کیسی عید کی رونقیں!!۔

دوسری جانب حماس کے مجاہدین ہیں کہ جن کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ جی ہاں! ایمان و یقین، عزیمت و استقامت، اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی عملی تصویر، اسلام و اہلیانِ اسلام کے محافظ حقیقی نوجوان --- جو دورِ حاضر میں صلاح الدین کی معنوی اولاد، میراثِ ابنِ قاسم کے اصل وارث اور ابنِ زیاد کے حقیقی جانشین گردانے جانے کے لائق ہیں۔ سلام ہو ایسی نوجوانیوں پر! ہماری ہزاروں جوانیاں ان کے ایک ایک نوجوان پر قربان کہ جن کی جوانی دورِ حاضر میں نوجوانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

ہماری عید تو تب ہوگی جب ہم مسجدِ اقصیٰ میں آزادانہ نماز پڑھ سکیں، ہماری عید تو تب ہوگی جب ہم اسرائیل کے ناجائز و ناپاک وجود کو اس دھرتی سے پاک کر سکیں، ہماری عید تو تب ہوگی جب ہم دنیا بھر کے تمام مظلوم مسلمانوں کو عید کی خوشیوں میں شامل کر سکیں اور ہماری عید تو

تب ہوگی جب ہم اسلامی ریاست کی ٹھنڈی چھاؤں میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کی بہاریں دیکھتے ہوئے عید کی حقیقی مسرتیں سمیٹ سکیں۔ فی الحال عید اپنے ساتھ وقتی مسرت تولاتی ہے، دائمی خوشی نہیں، عارضی فرحت توبخشتی ہے، پائیدار اطمینان نہیں۔ جب کام باقی ہو توآرام باقی نہیں رہتا، جب مقصد نامکمل ہو توخوشیاں بھی ادھوری رہتی ہیں۔ کاش کہ ہمارے نوجوان اس دور کی نزاکتوں کا ادراک کرکے لھو ولعب ترک کریں اور سنجیدہ پن کا مظاہرہ کریں۔ اپنی فکر کی تطہیر اور اعمال کی تعمیر پر توجہ دیں، قرآن، صاحبِ قرآن واہلِ قرآن سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں تو کوئی عجب نہیں کہ اس امت کو پھر وہ مضبوط سہارے فراہم ہوں کہ جو اس کو پستیوں کی پستی سے نکال کر اوج ثریا تک پہنچائیں۔ جیسے امتِ مسلمہ کے عروج اول میں نوجوانوں نے قیادت کی، اسی طرح عروج ثانی میں بھی نوجوان ہراول دستے کا کردار ادا کریں گے، ان شاء اللہ!

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے　　　نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

پلٹنا اللہ کو محبوب ہے مگر نوجوانی میں توبہ کا تو معاملہ ہی جدا ہے، بقول شاعر: درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری (نوجوانی میں اللہ کی طرف پلٹنا حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے)۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق روزِ قیامت ابنِ آدم کے قدم ہل نہ سکیں گے جب تک کہ وہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دے دے، ان میں سے دو سوالات زندگی سے متعلق ہیں۔ ایک یہ کہ زندگی کہاں لگائی؟ تمہارا رخِ حیات کیا تھا؟ تمہاری شب و روز کی جدوجہد کے پیچھے کیا افکار، عوامل اور مقاصد کارفرما تھے؟ اور دوسرا سوال دنیوی زندگی کے سب سے اہم دور نوجوانی سے متعلق کہ جس میں انسان ہر وہ کام کرسکتا ہے جو وہ چاہے، اچھے سے اچھا بھی اور برے سے برا بھی، اس کے ذہن میں پنپنے والے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس کی جسمانی قوتیں اس کی معاون ہوتی ہیں، جوانی کہاں لگائی؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور ہمارے نوجوانوں کو ان سوالات کی تیاری عملاً کرنے کی توفیق عطا فرمائے، قلوب میں امت کا درد عطا فرمائے اور حالات کی تاریکیوں سے مایوس ہونے کے بجائے امت کی رہبری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!!

وہ وقت آیا کہ ہم کو قدرت ہماری سعی و عمل کا پھل دے　　　بتا رہی ہے یہ ظلمتِ شب کہ صبح نزدیک آ رہی ہے
ابھی ہیں کچھ امتحان باقی، فلاکتوں کے نشان باقی　　　قدم نہ پیچھے ہٹیں کہ قسمت ابھی ہمیں آزما رہی ہے
سیاہیوں سے حزیں نہ ہونا، غموں سے اندوہ گیں نہ ہونا　　　انھی کے پردے میں زندگی کی نئی سحر جگمگا رہی ہے
رئیسؔ اہلِ نظر سے کہہ دو کہ آزمائش سے جی نہ ہاریں　　　جسے سمجھتے تھے آزمائش وہی تو بگڑی بنا رہی ہے!

اسلام اور نوجوان

حذیفہ محمود

اسلام ایک آفاقی دین ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل ضابطہ حیات بھی ہے۔ پھر دینِ اسلام محض عقائد و عبادات ہی کی طرف ہماری رہنمائی نہیں کرتا بلکہ آگے بڑھ کر ہماری معیشت، معاشرت اور معاملات میں بھی ہمیں راہ دکھلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ چونکہ معاشرہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے لہذا اسلام میں زندگی کے مختلف مراحل کے مسائل واحکام علیحدہ علیحدہ بیان کیے ہیں مگر انسانی زندگی کے جس حصے کو خصوصیت کے ساتھ قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے وہ حصہ یقیناً "جوانی" کا ہی حصہ ہے کیونکہ مختصر عرصہ حیات کے اس گوشے میں قوت و صلاحیت کے ساتھ ساتھ جفاکشی اور عزائم بھی اپنی بلندی پر ہوتے ہیں۔ معاشرے سے لے کر معیشت و تجارت تک ہر شعبے کا بڑا حصہ انہی نوجوانوں سے تشکیل پاتا ہے چنانچہ ہم اسلام کے مخاطبِ خاص طور پر بھی اسی کو دیکھتے ہیں! حضرت یوسف علیہ السلام کے احسن القصص سے لے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیت اللہ کی تعمیر تک، حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت ہو یا اصحاب کہف کی کافر و ظالم حکومت سے بیزاری! ان سب سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ نوجوان ہی دراصل قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو قوم کو معاشی استحصال سے بھی نکال سکتے ہیں، لوگوں کی درست دینی رہنمائی بھی کرسکتے ہیں اور معاشرے کا رخ بھی اسی عرصے میں بدل سکتے ہیں مگر شرط صرف اتنی ہے کہ ان کا اپنا رخ اللہ رب العزت کی جانب ہو اور اسلامی تعلیمات کو انہوں نے سینے سے لگا رکھا ہو! پھر اسلام نہ صرف ان کو چمکاتا ہے بلکہ ان کی روشنی سے پورے معاشرے کو مستفیض کرتا ہے۔

مگر شومئ قسمت! ہماری شامتِ اعمال دیکھیں کہ ہماری نوجوان نسل ہی قرآن وسنت کو اپنی جوانی کے بعد کھولتی اور سمجھتی ہے۔ بلاشبہ اُس وقت بھی اٹھانا فائدے سے ہرگز خالی نہیں ہے مگر زندگی کا بہترین حصہ جو وحی کی تعلیمات کے بغیر گزر گیا، اس کا ازالہ کائنات میں موجود کوئی چیز نہیں کرسکتی! حدیث شریف میں جوانی کی عبادت کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور یوم قیامت نوجوان عبادت گزار کا مقام عرش الٰہی کے سائے تلے بتلایا ہے[1]۔ اسی طرح ایک حدیث کے مطابق تو قیامت کے روز کیے جانے والے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ "تم نے اپنی جوانی کہاں گزاری؟" اور بنی آدم کے قدم زمین اس وقت تک نہیں چھوڑے گی جب تک اس سوال کا جواب نہ دے دیا جائے[2]۔

اسی طرح ہم اسلام میں جوانی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ خود اسلام ہی کی نشر و اشاعت بھی جوانی کے جوش مارتے ہوئے خون سے ہوئی! چنانچہ کہیں تو ناز و نعم میں پلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنا سب کچھ قربان کرکے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جوانی کو وقف کردیتے ہیں اور کہیں صہیب رومی رضی اللہ عنہ اپنا کل مال و متاع کفار کے حوالے کرکے اسلام کو سینے سے لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلام کی سربلندی میں بھی یہی سرفروشانِ ملت کبھی تو کفار کے خلاف جنگی میدانوں میں برسرپیکار ہیں اور کبھی صلح کی میز پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے جوان معاہدۂ امن تحریر کرتے ہیں الغرض اسلام کے گلشن کی آبیاری نوجوانوں نے ہی اپنے خون پسینے سے کی ہے اور اسلامی راہ میں اپنا تن من دھن سب کچھ وار دیا

ہے چنانچہ جوں ہی امت کے نوجوانوں نے اپنی ترجیحات بدل ڈالیں، اسلامی ترقی و عروج کا نہ تھمنے والا سیلِ رواں یکدم تھم سا گیا اور رفتہ رفتہ نوجوانوں کا یہ قافلہ گدلے پانی کی صورت اختیار کر گیا۔ بقول اقبال:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

اس ذلت و خواری کی وجہ بھی اللہ سبحانہ وتعالی نے خود ہی بیان کر دی کہ "اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ" (محمد: 07) یعنی اگر تم اپنی طاقت و صلاحیت کو دین کی سربلندی میں صرف کرو گے، قرآن و سنت کی طرف لپک کر آؤ گے، اسے سینے سے لگاؤ گے، تبھی نصرت خداوندی کا نزول ہوگا اور تمہارے بگڑے ہوئے کام بننا شروع ہوں گے۔ چنانچہ ہوا بھی کچھ ایسے ہی! آج سے ڈیڑھ صدی قبل جب دنیا مادی ترقی سے کوسوں دور تھی، تب بھی مسلمانوں نے اپنے نوجوانوں کی بدولت ناصرف دینی ترقی و فتوحات حاصل کیے بلکہ اس وقت عالمِ اسلام دنیاوی ترقی میں بھی اپنی مثال آپ تھے! علم طب، کیمیا، فلکیات، تاریخ، معیشت و تجارت اور فنِ تعمیر میں ان کے فن پارے اور نظریات آج کی جدید سائنس کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے ہے!

لہذا محترم قارئین! آج اسلام ہمارے نوجوانوں سے بھی یہی تقاضا کر رہا ہے: "فَفِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ" (الذاریات: 50) یعنی اللہ کی طرف رجوع کرو مگر ہمیں تو اپنے کیرئیر کی فکر کھائی جا رہی ہے! چنانچہ ہم پہلے تعلیم مکمل کرتے ہیں، پھر جاب اور بزنس سیٹ کرنے میں انتھک محنت کرتے ہیں، اور پھر تعیش زندگی کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔۔! یوں ہم اپنی زندگی کا بہترین حصہ ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ بالآخر "نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم" کا مصداق بن کر بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں اور اپنی جوانی کے اوقات و طاقت کے ضیاع پر کفِ افسوس ملتے رہتے ہیں! کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے کیرئیر کی فکر دامن گیر نہیں تھی؟ کیا ان کے بچے، گھر بار نہیں تھا؟ یقیناً سب کچھ تھا! مگر ان کے گھروں اور زندگیوں میں دین اسلام بھی موجود تھا اور یہی دین ان کی ترقی کا بھی ضامن تھا۔ آج امتِ مسلمہ جس کسمپرسی کے دور سے گزر رہی ہے، اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر قران و سنت کے وعدے ہر گز نہیں بدلے!، دین اسلام آج بھی امت مسلمہ کے نوجوانوں کی طرف اپنی بانہیں پھیلائے کھڑا ہے کہ کوئی آئے اور مجھے اپنے سینے سے لگائے!، میں اس کی دنیا و آخرت بنا دوں گا! تو ہے کوئی اپنا حقیقی کیرئیر بنانے والا۔۔!؟

حوالہ جات:

1۔ صحیح البخاری، المجلد الاول، کتاب الاذان حدیث نمبر 660

2۔ مشکاۃ المصابیح، حدیث نمبر 5197

احیائی تحریکات کی عمر اور تنظیم اسلامی

عبدالرؤف

برعظیم پاک وہند میں کم وبیش چار سو سال قبل جس احیائی مساعی کا آغاز مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ہوا اور گزشتہ صدی کے دوران میں اسی جدوجہد کو علامہ اقبال کی انقلابی شاعری، ابوالکلام آزاد کی گھن گرج والی تقاریر اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی شستہ تحریروں نے آگے بڑھایا اور سوچنے سمجھنے والوں کی ایک بڑی تعداد اس انقلابی فکر سے متاثر ہو کر اس کے لیے اپنی ذہانت، فطانت، قوت اور صلاحیت لگانے پر آمادہ ہوگئی جس کے نتیجہ میں اس احیائی اور انقلابی فکر کی جڑیں مضبوط ہونا شروع ہوئیں۔ اسی دوران دنیا کے دیگر مسلمان ممالک میں اسی فکر پر مبنی بہت سے تحاریک نے جنم لیا البتہ بعض وجوہات کی بنا پر جب یہ تحریکیں وقتی طور پر ناکام ہوئیں تو کچھ عناصر نے اس فکر کو "کہتے ہیں جسے عشق خلل ہے دماغ کا" کے مصداق غلط قرار دے دیا اور اپنے ذہن و فکر کی پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا کا دین انسانوں کا محتاج نہیں اس لیے باقی ممالک کو ایک طرف رکھتے ہوئے برعظیم پاک وہند کے تناظر میں دیکھا جائے تو جماعت اسلامی کے بعد یہ جھنڈا تنظیم اسلامی نے تھاما اور بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسی انقلابی شخصیت نے نہ صرف مسلمانانِ پاکستان بلکہ دنیا کے دیگر خطّوں سے تعلق رکھنے والی عظیم مسلم اکثریت تک اسلام کا انقلابی پیغام نہ صرف پہنچایا بلکہ دینِ حق کے غلبہ کے لیے تنظیم اسلامی کی شکل میں ایک مضبوط اور منظم جماعت بھی قائم کی جو بانیٔ تنظیم کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی غلبۂ دینِ حق کے علم کو تھامے ہوئے اپنی مخصوص اور فطری رفتار کے ساتھ گامزن ہے لیکن جس طرح اس سے قبل کچھ لوگوں نے اس فکر سے انحراف کر کے اسے مجروح کرنے کی کوشش کی تھی اسی طرح آج بھی کچھ عناصر بانیٔ تنظیم کی تقاریر کے مختلف کلپس (Clips) کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ احیائی تحریکیں بوڑھی ہو کر اپنے اصل مقصد سے ہٹ جاتی ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ الفاظ تحریر کیے جا رہے ہیں جو ایک کلپ کی شکل میں سوشل میڈیا پر گردش کر رہے ہیں:

"انقلابی تحریکوں کے بارے میں یہ قانونِ فطرت ہے کہ یہ یا تو تیس چالیس سال کے اندر اندر کامیاب ہو جائیں تو ہو جائیں ورنہ پھر بوڑھی ہو کر اُن کا وہ جوش وخروش، جذبہ قربانی، جوشِ عمل اور پھر یہ کہ ان چیزوں میں کمی آ کر مفاہمت اور مصالحت کا راستہ اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی پر جوانی کے بعد بڑھاپے کا دور آتا ہے، سدا تو جوانی نہیں رہتی بڑھاپا آتا ہے۔ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ انقلابی (Radical) تحریک جوش وجذبے کے ساتھ اُٹھے گی، لوگوں کو لے گی، لوگوں میں ایثار، قربانی سب کچھ ہوگا۔ تیس چالیس سال کے اندر یا تو کامیابی یا بڑھاپا شروع ہو جائے گا اور بڑھاپے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ اب مفاہمت اور مصالحت شروع ہو جاتی ہے اور نتیجہ یہ کہ انقلابیت کا ڈھنگ ٹوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی انتخابی میدان میں چلو، کہیں کوئی خاص اپنی مسجدیں بناؤ، اپنے مراکز بنالو۔ اس قسم کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ بچائے اس کا سب سے بُرا نتیجہ نکلتا ہے فرقہ واریت کی شکل میں، اس طرح وہ تحریک ایک فرقہ بن جاتی ہے کیونکہ ایک نسل نے تو اُس

تحریک کی دعوت کو قبول کیا تھا ذہناً شعوری طور پر (Consciously) اب اُس کی اگلی نسل کا جو تعلق ہوتا ہے چونکہ ہمارے باپ کا مسلک ہے اس لیے تیسری نسل میں آکر بالکل ایک فرقہ بن کر رہ جاتی ہے اور اُس کے بعد اُس کی حیثیت یہ ہوجاتی ہے کہ شخصی عقیدتیں تو باقی رہ جاتی ہیں لیکن وہ جذبہ، جوشِ عمل، قربانی اپنے آپ کو بدلنا اور اپنی زندگی میں کوئی انقلاب لانا اُس کے لیے آدمی تیار نہیں ہوتا۔ یہ اُس کا بدترین انجام ہوتا ہے اور فرقے وجود میں آتے ہی اسی طریقے سے ہیں۔ ہر فرقے کی آپ تاریخ اٹھائیں تو معلوم ہوگا کہ شروع میں تو صاحب عزیمت انسان اُٹھے تھے اور انہوں نے اصلاحی کام کا بیڑا اٹھایا تھا۔ شرکیہ عقائد اور بدعات کے رد میں مختلف غلط چیزوں کے خلاف ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ ایک یا دو نسل کے بعد اب چند شعائر رہ گئے ہیں جن کے حوالے سے وہ فرقہ پہچانا جاتا ہے باقی ساری چیزیں ختم۔ یہی ہے درحقیقت جس کو میں نے تعبیر کیا ہے کہ تیس چالیس سال میں یا کوئی انقلابی تحریک کامیاب ہوگی اور اگر کامیاب نہ ہوگی تو اُس پر بڑھاپے کے آثار طاری ہوجائیں گے۔ نام پوجے جائیں گے، شخصیتیں پوجی جائیں گی اور اُن کے حوالے سے دکانیں چمکائی جائیں گی۔ کیریئر بنائے جائیں گے وہ سب کچھ ہوگا لیکن یہ کہ وہ اصل انقلابی (Radical) تصوّر گم ہوجائے گا۔"

بانیٔ تنظیم کی تقریر کے درج بالا اقتباس پر غور کرنے سے جو امور سامنے آتے ہیں اُن میں سے اگر تیس چالیس سال کے عرصہ والی بات کو فی الحال ایک طرف رکھتے ہوئے جو دیگر وجوہات بیان کی گئی ہیں اگر کسی تحریک میں اُن کا ظہور ہوجائے جیسا کہ بعض تحاریک میں نظر بھی آتا ہے کہ اصل مقصد سے ہٹ کر کچھ دوسرے امور پر توجہ کا ارتکاز زیادہ ہوگیا اور جماعت جس مقصد کے تحت بنی تھی وہ پسِ پشت چلا گیا اور جماعت ہی اصل فرقہ کی شکل اختیار کرتی چلی گئی تو اس حد تک اُن کے موقف سے اختلاف کی گنجائش نہیں لیکن جہاں تک تنظیم اسلامی کا تعلق ہے تو اُس کے متعلق اپنی زندگی میں ہی بانیٔ تنظیم نے بہت مواقع پر یہ بات بیان کی ہے کہ جن معنوں میں کوئی جماعت اپنی وسعت اور عوام کے اندر پزیرائی کے لحاظ سے جماعت کہلاتی ہے ابھی تک تنظیم اسلامی ان معنوں میں جماعت نہیں ہے بلکہ ایک جماعت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس اعتبار سے اُن کی بات صد فیصد درست ہے کہ جس طرح جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام یا اسی طرح کچھ اور بڑی جماعتیں ہیں تنظیم اسلامی اُن کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ بانیٔ تنظیم اپنی ایک اہم تحریر "تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر" میں "موجودہ احیائی مساعی کے تناظر میں تنظیم اسلامی کا محل ومقام" کے عنوان کے تحت احیائی عمل کے تین اہم گوشوں یعنی قومی، مذہبی اور انقلابی گوشے کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ "اس احیائی عمل کے بارے میں بعض بنیادی حقائق ذہن نشین رہنے چاہئیں مثلاً ایک یہ کہ یہ کوئی سادہ اور بسیط عمل نہیں ہے بلکہ اس کے متعدد گوشے ہیں، جن میں سے ہر ایک میں اولوالعزم افراد اور جماعتیں برسرِ کار ہیں اور جو بظاہر ایک دوسرے سے جدا اور مختلف بلکہ بعض پہلوؤں کے اعتبار سے متضاد ہونے کے باوجود اس وسیع تر احیائی عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے کے لیے باعثِ تقویت ہیں۔ دوسرے یہ کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور ملتِ اسلامی کی تجدید کا یہ کام بیس برس میں مکمل ہونے والا نہیں ہے بلکہ "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ" (الانشقاق: 19) کے مصداق درجہ بدرجہ بہت سے مراتب و مراحل سے گزر کر ہی پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ لہٰذا اس ارتقائی عمل کا ہر درجہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے اور چاہے بعد کے مراحل سے گزر کر پہلوں کا کام بہت حقیر بلکہ کسی قدر غلط بھی نظر آئے۔ اپنے اپنے دور کے اعتبار سے

اس کی اہمیت و وقعت سے بالکلیہ انکار ممکن نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس ہمہ گیر تجدیدی جدوجہد میں اگرچہ افراد کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے تاہم جماعتوں اور تنظیموں کے مقابلے میں کم تر ہے۔ پھر جماعتیں بھی تحریکوں کی وسعت میں گم ہوجاتی ہیں اور بالآخر تمام تحریکیں بھی اس وسیع احیائی عمل کی پہنائیوں میں گم ہوجاتی ہیں جو ان سب کو محیط ہے۔"

درج بالا اقتباس میں بانیٔ تنظیم خود واضح کررہے ہیں کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور ملّتِ اسلامی کی تجدید کا یہ کام دس بیس برس میں مکمل ہونے والا نہیں اور اختتام اس جملہ سے کررہے ہیں کہ تمام تحریکیں بھی اس وسیع احیائی عمل کی پہنائیوں میں گم ہوجاتی ہیں جو ان سب کو محیط ہے لہذا ثابت ہوا کہ احیائی عمل چند برسوں تک محیط نہیں ہوتا بلکہ اس کو آخری منزل تک پہنچانے کے لیے کئی نسلوں کی محنت درکار ہوتی ہے۔ اور اگر اس احیائی عمل کے لیے قائم کی جانے والی جماعت اپنے فکر کی صحت و سلامتی اور کارکنوں کے خلوص و اخلاص اور انقلابی جذبے کے ساتھ اپنے مشن سے تعلق استوار رکھے تو وہ کبھی بھی بوڑھی نہیں ہو سکتی۔ اس حوالے سے محترم محی الدین غازی کی تحریر "جوان اسلامی تحریک کے خدوخال" سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے وہ لکھتے ہیں کہ "جوان تحریک ناسٹلجیا (Nostalgia) سے دور رہتی ہے۔ ناسٹلجیا اس کیفیت کو کہتے ہیں جب آدمی حال سے غیر مطمئن اور مستقبل سے مایوس ہو کر ماضی کی حسین یادوں سے دل بہلاتا ہے۔ ناسٹلجیا بوڑھی تحریک کی علامت ہے۔ جوان تحریک اپنے موجود افراد میں خوبیوں کو تلاش کرتی ہے۔ ناسٹلجیا میں اچھے افراد ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آتے یا نگاہ کو نہیں بھاتے۔ اسلامی تحریک میں ایسی کیفیت کا پیدا ہونا اچھی علامت نہیں ہے۔ ماضی کی تابناک شخصیتوں اور کارناموں کا تذکرہ حال سے مایوس کرنے کے لیے ہرگز درست نہیں ہے، وہ حال کو جوش اور توانائی سے بھرنے کے لیے ہی درست ہو سکتا ہے۔ ماضی کا حوالہ دیتے ہوئے ایک اور نکتہ کا خیال رکھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ تحریک کو ویسا بنانا مطلوب نہیں ہے جیسا بانی تحریک نے بنایا تھا، بلکہ وہاں پہنچانا مطلوب ہے جہاں پہنچانے کا بانی تحریک نے خواب دیکھا تھا، یا اس سے بھی آگے، جہاں پہنچانے کا خواب آپ دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر تحریک کے سابقین سینما کے قریب نہیں پھٹکتے تھے، لیکن ان کا خواب یہ تھا کہ سینما کو اسلام کے رنگ میں رنگ دیا جائے اور اسلام کی خاطر اس کا استعمال کیا جائے۔ اس لیے مطلوب وہ نہیں ہے جو وہ کرتے تھے مطلوب وہ ہے جس کا وہ خواب دیکھتے تھے، یا اُن کے خواب سے بھی آگے بڑھ کر جس کا خواب آپ دیکھتے ہیں۔ اِسی طرح ماضی کی وہ روایات جن کا تعلق وسائل اور طریقہ کار سے ہے اُن کا زمانے کے ساتھ تبدیل ہونا فطری بات ہے۔ ٹھوس اصول اور ابدی اقدار کی پابندی پر اُکسانے والی روایات کو سینے سے لگانا مطلوب ہے۔"

اس تحریر کی روشنی میں اگر تنظیم اسلامی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات مزید مبرہن ہوجاتی ہے کہ اس پر بڑھاپے کے کوئی آثار نہیں ہیں اور ایک پر عزم اور جوان تحریک کی مانند اپنے مشن کے ساتھ تعلق جوڑتے ہوئے بانیٔ تنظیم کے خواب کو عملی شکل دینے کے لیے کوشاں ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے حال سے بھی پوری طرح مطمئن ہے اور مستقبل کے حوالے سے بھی کسی قسم کی مایوسی کا شکار نہیں بلکہ اسلام کے انقلابی فکر کو "عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ" کے مانند اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام کر روایت اور جدیدیت میں اعتدال رکھتے ہوئے اپنے مشن پر جوان قائد کی قیادت میں رواں دواں ہے اور جو چیزیں 48 سال قبل طے کی گئی تھیں انہی کے ساتھ جڑ کر موافق و ناموافق ہر طرح کے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنا سفر طے کر رہی ہے۔ گو کہ رفتار اتنی تیز نہیں جتنی ایک احیائی تحریک کی ہونی چاہیے لیکن جب حالات ہر اعتبار سے ناموافق ہوں

اور اس احیائی فکر کو نہ جامد مذہبیت قبول کرے اور نہ ہی مادہ پرستانہ الحاد کے علمبردار کوئی راستہ دینے کے لیے تیار ہوں تو پھر یہ سُست رفتار بھی غنیمت ہے۔ بقول اقبال:

نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

جس طرح کسی کرکٹ یا فٹ بال کے میچ کے دوران میں پویلین میں بیٹھے تماشائی کھلاڑیوں پر تنقید کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ انہیں تو اس صورتحال سے واسطہ ہی نہیں پڑا ہوتا جس سے وہ کھلاڑی دوچار ہوتے ہیں بالکل اسی طرح جو افراد کسی احیائی تحریک کا حصّہ نہیں بنے اور اس راستے میں آنے والی مشکلات، مصائب اور رکاوٹوں سے اُن کا واسطہ نہیں پڑا ہوتا بڑے پر زور انداز میں تنقید کر رہے ہوتے ہیں کہ 45 سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے لیکن آپ لوگوں نے ابھی کوئی واضح کامیابی حاصل نہیں کی تو ایسے حضرات کے لیے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "برعظیم پاک و ہند میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل اور اُس سے انحراف کی راہیں" کے درج ذیل الفاظ میں بہت اہم رہنمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"اس سلسلے میں فی الوقت کرنے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ دین کے ان اجتماعی اور تحریکی، یا بالفاظ دیگر "انقلابی" تصورات کو برقرار رکھا جائے جو بہت طویل عرصے کے بعد از سر نو اجاگر ہوئے ہیں۔ اس لیے ایک جانب تو وقت کا ماحول اس کے ساتھ مطابقت اور موافقت نہیں رکھتا اور

آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
ہو کہیں پیدا تو مرجاتی ہے یا رہتی ہے خام!

کے مصداق نہ زمین اسے غذا دیتی ہے نہ فضا، جبکہ دوسری جانب نہ صرف یہ کہ مختلف احیائی تحریکوں کی وقتی اور فوری ناکامیوں کے طبعی نتیجے کے طور پر ان افکار اور تصورات کی کریڈیبلٹی (Credibility) کو خطرہ لاحق ہے، بلکہ بعض شکست خوردہ ذہنیت کے حامل لوگ جو کسی داخلی یا خارجی سبب کے باعث ان تحریکوں کے ساتھ نہیں چل پائے اور یا خود علیحدہ ہو گئے یا نکال دیے گئے، ایک مریضانہ نفسیاتی ردّ عمل کے تحت اس فکر ہی کو مجروح کرنے پر تل گئے ہیں۔

اوپر دین کے اجتماعی اور عمرانی فکر، اور فرائض دینی کے تحریکی انقلابی تصور کے فروغ کی راہ کے موانع کے ضمن میں زمین اور فضا دونوں کی عدم موافقت کا جو ذکر آیا ہے وہ محض رواروی یا قلم کی روانی میں نہیں ہے، بلکہ ایک سوچی سمجھی تشبیہ ہے۔ اس لیے کہ ایک جانب مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے ذہنوں میں دین کا جو محدود اور جامد مذہبی تصور صدیوں کے تعامل کے باعث راسخ ہو چکا ہے فی الواقع اب بنجر اور سنگلاخ زمین کے مانند ہے جو کسی حرکی اور انقلابی تصور کو غذا دینے سے انکاری اور اس کے فروغ کی راہ کا سب سے بڑا پتھر ہے، جبکہ دوسری جانب مادہ پرستانہ افکار و نظریات، سیکولر نظام ریاست و سیاست، مخلوط اور اباحیت پسندانہ معاشرت و ثقافت جو اس وقت پورے کرۂ ارضی کو اپنے لپیٹ میں لیے ہوئے ہے، یقیناً اس آسمان کے مانند ہے جو اسلام کے حقیقی اور جامع تصور کے "شجرۂ طیبہ" کو پنپنے کی اجازت دینے سے انکاری ہے (یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے عالمی غلبے کی تقدیر مبرم "وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" اور "وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" کے علی الرغم پوری ہوگی) ستم بالائے ستم یہ کہ جیسے ہر چہار جانب افق پر زمین اور آسمان باہم بغل گیر نظر آتے ہیں، بالکل اسی طرح دین کا محدود مذہبی تصور اور عالمی سیکولر تہذیب بھی ایک دوسرے کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ

اور ہم آغوش ہیں۔ اس لیے کہ سیکولر نظام کا تواصل الاصول ہی یہ ہے کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے، چنانچہ اس اعتبار سے وہ کامل "رواداری" کا مظاہرہ کرتا ہے کہ جملہ مذاہب کو تسلیم کرتے ہوئے ان سب کو اپنے پہلو میں جگہ دینے کے لیے تیار ہے۔ اسے کوئی خطرہ اور اندیشہ اگر ہے تو اسلام کے صرف اس اجتماعی تصور سے ہے جو پوری زندگی پر اپنا غلبہ چاہتا ہے، اس کی جنگ اگر ہے تو صرف ان "بنیاد پرست" (Fundamentalist) قوتوں سے جو اسلام کو دین کا وہ محدود مذہبی تصور جو عبادات و رسومات، مسجد و مدرسہ اور خانقاہ تک محدود رہے اور Politico-Socio-Economic System سے بحث نہ کرے تو اس کی تو وہ پوری طرح سرپرستی کرنے پر ہمہ وقت آمادہ اور تیار رہے۔"

درج بالا اقتباس اس حقیقت کی نشاندہی کر رہا ہے کہ جس فکر کے راستے میں زمین اور آسمان سب سے بڑی رکاوٹ بن جائیں اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ گزشتہ چار سو سال سے دین کا جو اصل ڈھانچہ نگاہوں سے اوجھل ہے اور اُس کی جگہ مادہ پرستانہ الحاد اور جامد مذہبیت نے نہ صرف بر عظیم پاک و ہند بلکہ پوری دنیا میں اپنی جڑیں اتنی زیادہ مضبوط کر لی ہوں تو اُس کا مقابلہ کتنا مشکل کام ہے اور جس عمارت کو شکستہ اور بوسیدہ ہونے میں کم و بیش چار سو سال کا عرصہ لگا اور بالآخر بیسویں صدی کے آغاز میں ملّتِ اسلامیہ کا بوسیدہ قصر گویا دفعتاً زمین پر آ رہا اور اسلام اور مسلمان دونوں اپنے انحطاط کی آخری حدود کو پہنچ گئے تو اُس کی تعمیر یکدم کیسے ممکن ہے جبکہ یہ ایک عالمی سچائی ہے کہ تخریب کا کام آسان ہے اور تعمیر کا کام مشکل ترین ہے۔

عالمی سطح پر غلبہ دین کی جو خوشخبری احادیث مبارکہ میں دی گئی ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس وقت اسلامی احیائی تحریکوں کے لیے گو کہ حالات بہت مشکل ہیں اور نائن الیون (9/11) کے بعد مغربی سامراجی قوتوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ ان تحاریک کو بدنام کرنے کے لیے دہشت گردی کا ہوّا کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن دو سال قبل افغانستان میں ان سامراجی قوتوں کی ہزیمت ناک شکست نے احیائی تحاریک کا مورال جس طرح بلند کیا ہے اسی طرح آئندہ اس میں مزید بہتری آنے کے امکانات ہیں۔ البتہ احیائی تحریکوں کو بھی اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا اس حوالہ سے ڈاکٹر محمد شفیق اپنی تحریر بعنوان "اسلامی تحریکیں: حال اور مستقبل" کے آخری پیراگراف میں لکھتے ہیں کہ "اسلامی تحریکات کا مستقبل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے ادھورے کاموں کو مکمل کرنے اور عصرِ حاضر میں اسلامی تعمیرِ نو کے تقاضوں کو پہچان کر انہیں پورا کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوتی ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی فیصلہ کن ہوگی کہ گزشتہ نصف صدی کی تاریخ نے تحریک کے فرد اور لائحہ عمل میں جن نقائص اور کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے، اُن کو پہچاننے اور دور کرنے میں تحریک کی نئی قیادت کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔ یہ نئی قیادت بانیانِ تحریک کی مقلد محض ثابت ہوتی ہے یا انہی کی طرح اجتہادی فکر سے کام لیتی ہے۔ مستقبل کی تعمیر میں اس کی نگاہیں اپنے ماضی کی طرف رہتی ہیں اور وہ اس سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتی ہیں یا معاصر حالات کے تجزیے اور مستقبل کے بارے میں مبنی بر بصیرت اندازوں کی روشنی میں لائحہ عمل اختیار کرتی ہیں۔ تحریکات کے لیے ایک راہ، راہِ جمود ہے، دوسری اقدام و اجتہاد کی۔ یہی دوسرا راستہ کامیابی کا ضامن ہو سکتا ہے۔"

اس تحریر کی روشنی میں تنظیم اسلامی کا لائحہ عمل واضح ہے کہ بانیٔ تنظیم کے دیے ہوئے فکر پر مضبوطی سے قائم رہنے کے ساتھ ساتھ اُن کی مقلد محض نہیں بنی بلکہ حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں اجتہاد کی ضرورت پڑی وہ بھی کیا جائے گا اور بانیٔ تنظیم کے علمی تفردات یا سیاسی آراء سے بھی جہاں ممکن ہوا اختلاف کیا گیا البتہ بنیادی اصولوں کے ساتھ تعلق کبھی بھی منقطع نہیں کیا گیا، چاہے وہ عقائد و بنیادی دینی

نظریات ہوں یا تنظیم کا اساسی فکر ہو۔

آخر میں ایسے عناصر جو وقتاً فوقتاً مختلف انداز سے افواہیں پھیلا کر رفقاء واحباب کے اذہان کو مسموم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ عمر کے آخری حصہ میں تنظیم سے مایوس ہو چکے تھے اور یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ تنظیم اسلامی اب اپنے اصل فکر پر نہیں رہی تا کہ رفقاء تنظیم تذبذب کا شکار ہو جائیں اور جم کر دین کا کام نہ کر سکیں تو اُن کی تشفی کے لیے بانیٔ تنظیم کے وفات سے چند روز قبل فیصل آباد میں سوال و جواب کی آخری نشست کے موقع پر ایک سوال کے جواب میں بیان کیے گئے الفاظ کافی ہیں جو درج ذیل ہیں :

"میرے دل سے تو یہی دعا نکلے گی کہ یہ تحریک پھلے پھولے ، برگ و بار لائے اور امید ہے اس لیے کہ جہاں تک معلوم ہے پوری دنیا میں اتنی صحیح کوئی تحریکِ اسلامی موجود نہیں اور یہ بات میں نے جماعت اسلامی کے بارے میں لکھی تھی اور آج بھی سمجھتا ہوں کہ جماعت اسلامی ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۰ء تک دورِ صحابہ کے بعد کی بہترین اسلامی تحریک تھی، کوئی تحریک بھی اس کے قریب نہیں تھی لیکن افسوس جو انہوں نے سیاست کی طرف رخ موڑا ہے وہ بہت بڑی غلطی تھی جس کا احساس بہت دیر میں ہوا۔ آج میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں کہ تحریکیں تو بہت سی ہیں لیکن خالص منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی اور تحریک نہیں سوائے تنظیم اسلامی کے۔"

تنظیم اسلامی کا قیام ۱۹۷۵ء میں عمل میں آیا تھا اور بانیٔ تنظیم کے مذکورہ بالا الفاظ ۲۰۱۰ء کے ہیں جب تنظیم کو قائم ہوئے ۳۵ برس ہو چکے تھے، مضمون کے آغاز میں بانیٔ تنظیم کے جس ویڈیو کلپ کا حوالہ دیا گیا تھا وہاں انقلابی تحریکوں کی کامیابی کے تیس یا چالیس سال کے عرصہ کا ذکر تھا جسے بنیاد بنا کر یہ پروپیگنڈا کرنے کی کوشش کی گئی کہ تنظیم اسلامی بھی اب اپنی عمر پوری کر چکی ہے لیکن بانی تنظیم خود تنظیم کے قیام کے ۳۵ برس بعد بھی یہ فرما رہے ہیں کہ دنیا میں اور بہت سی تحریکوں اور جماعتوں کے باوجود صرف تنظیم اسلامی ہی ایک ایسی جماعت ہے جو خالصتاً منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہے اور اتنی صحیح کوئی تحریک اسلامی موجود نہیں ہے، اور اس کے پھلنے اور پھولنے اور برگ و بار لانے کے لیے خلوصِ دل سے دعا بھی فرما رہے ہیں، بانیٔ تنظیم کی اپنی ہی زندگی کے آخری ایام میں تنظیم اسلامی کے متعلق مثبت خیالات اور دعاؤں کے بعد بھی اگر کسی کے ذہن میں تنظیم، اس کی قیادت اور رفقاء کے بارے میں منفی خیالات موجود ہیں تو اسے اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ یہ تنقید داخلی احساس اور شعوری تنبیہ کے ساتھ نصح وخیر خواہی کے جذبہ کے تحت کر رہا ہے یا صرف توہین و تذلیل اور تمسخر واستہزا پیشِ نظر ہے۔

دونوں صورتوں میں بہر حال اُس نے ایک دن اپنے رب کے ہاں جوابدہی کے لیے پیش ہونا ہے اور وہاں احکم الحاکمین کی عدالت میں تمام فیصلے عدل پر مبنی ہوں گے اور نیتوں کے بھید کھل جائیں گے۔ اگر نیت میں اخلاص ہوگا تو اُس کا اچھا بدلہ مل جائے گا لیکن نیت میں فتور کا جو نقصان ہوگا وہ بہت بڑا ہوگا۔ اگر ہمارے اندر آخرت پر صحیح معنوں میں یقین قلبی والا ایمان پیدا ہو جائے تو کسی شخصیت، ادارے یا جماعت پر تنقید کرنے سے پہلے تمام امور کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیتے ہوئے یہ خدمت سر انجام دے سکیں گے تا کہ ہمیشہ والی ناکامی سے بچ سکیں۔

ماہانہ رپورٹ برائے آئینہ انجمن

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے)، (سال اول سیکشن بی) اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) بحمداللہ اختتام پذیر ہوئے، جن میں طلبہ و طالبات کی تعداد بالترتیب 90، 16 اور 31 تک رہی۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت خصوصی محاضرات و لیکچرز میں "اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت اور منہج انقلاب نبوی ﷺ" زیر تدریس استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، "اسلامک سافٹ ویئر مع ویب سائٹس کا تعارف" زیر تدریس استاذ محمد نعمان صاحب اور "اسلام کا انقلابی منشور" از ویڈیو بانئ محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے عنوانات پر تدریس منعقد ہوئی۔

حلقات و دورات (Short Courses) میں قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل، سلسلہ وار دورۂ قرآن برائے خواتین، تجوید القرآن سہ پہر، دروس اللغۃ العربیہ (الجزء الاول)، عربی گرامر برائے قرآن فہمی (فیملی کورس)، مطالبات قرآن (فیملی کورس)، علم و عمل لیول 1 (فیملی کورس)، علم و عمل لیول 2 (فیملی کورس)، تذکیر بالقرآن کورس، تجوید ایڈوانس اور لفظی ترجمہ، احکام و مسائل طہارت و نماز، عربی گرامر برائے قرآن فہمی اتوار، علم و عمل برائے طلبہ، ختم نبوت کورس اور فہم القرآن کورس کی تکمیل کی گئی۔ آن لائن کورس میں استاذ عاطف محمود صاحب کی زیر تدریس قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل کورس مکمل کیا گیا۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ شعبہ حفظ کل وقتی کے تحت درجہ حفظ میں 102 اور درجہ قاعدہ میں 08 طلبہ زیر تعلیم ہیں ہے۔ ماہ رواں ادارہ ھذا میں ہر سال کی طرح امسال بھی رمضان المبارک میں سولہ روزہ نماز تراویح کا انعقاد کیا گیا جس میں 20 حفاظ کرام نے قرآن حکیم سنانے کی سعادت حاصل کی اور الحمد للہ 09 قرآن حکیم کی تکمیل ہوئی۔ تکمیل تراویح کے پروگرام میں امیر حلقہ جناب سید سلمان صاحب، مقامی امیر جناب رضوان حفیظ صاحب، جناب عدنان لطیف صاحب، جناب آفتاب احمد صاحب، جناب احمد شاہ صاحب اور دیگر رفقاء تنظیم واحباب نے بھرپور شرکت فرما کر حفاظِ کرام اور والدین کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

شعبہ مدرسۃ البنین والبنات (سہ پہر 02:30 تا 04:30)، درجہ قاعدہ میں 151 اور درجہ ناظرہ میں 102 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت "نماز کی اہمیت و فضیلت"، "آدابِ مسجد"، "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" اور "رمضان کی تیاری" پر خطبات جمعہ دیے گئے۔

شعبہ تصنیف و تالیف میں ماہنامہ آئینہ انجمن مارچ کا اجراء کیا گیا۔ علاوہ ازیں منتخب نصاب حصہ دوم کے درس نمبر دو اور تین پر ایڈیٹنگ

کا کام جاری ہے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال اول 25 – 2024 میں داخلے جاری ہیں ان شاء اللہ نئے سیشن کا آغاز 29 اپریل 2024ء بروز پیر سے ہوگا۔ رجوع الی القرآن کورس سال اول 24 – 2023 میں شرکت کرنے والے طلبہ و طالبات کی تقریب تقسیم اسناد ان شاء اللہ 28 اپریل 2024ء بروز اتوار کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد کی جائے گی۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں تدریس کا عمل بحسن وخوبی جاری ہے۔ شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 46 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 95 طلبہ اور شعبہ بنات میں 126 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ امسال شعبہ درجہ حفظ کے 07 طلبہ نے وفاق المدارس کا امتحان دیا اور امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ شعبہ خواتین میں بڑی عمر کی خواتین کے لیے تجوید القرآن و ناظرہ کی کلاس میں تقریباً 33 خواتین زیر تعلیم ہیں۔ شعبہ خواتین کے تحت "استقبالِ رمضان" کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں 65 خواتین نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

07 – 06 مارچ 2024ء کو "کُتب میلہ" کا انعقاد کیا گیا۔ 08 مارچ 2024ء کو "استقبالِ رمضان" کے موضوع پر پروگرام منعقد کروایا گیا۔ یومِ پاکستان کے موقع پر "23 مارچ 1940ء" پروگرام منعقد ہوا۔ 03 رمضان المبارک "یومِ فاطمہ" اور 10 رمضان المبارک "یومِ حضرت خدیجہ" کے عنوان سے پروگرام منعقد ہوئے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رجوع الی القرآن کورس رواں ماہ کے آغاز میں اختتام کو پہنچا۔ اس ماہ خصوصی محاضرہ "گھر میں دعوت کا کام کیسے کریں؟" زیر تدریس ڈاکٹر انوار علی صاحب منعقد ہوا۔ بعد نماز فجر جناب ندیم گیلانی صاحب درس حدیث کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد اصلاحی خطبات کا مطالعہ نائب مدیر جناب سید جمیل احمد صاحب کی ذمہ داری میں جاری ہے۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے جس میں بچوں کی تعداد 55 ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

رمضان المبارک کی آمد کے سبب گزشتہ ماہ، ماہِ فروری میں تمام کورسز کی تکمیل کرلی گئی تھی، موجودہ مہینے میں رمضان المبارک کی بابرکت گھڑیاں جاری ہیں لہذا ادارہ ہذا میں صرف مدرسۃ القرآن میں تدریس کی جاری ہے۔ شعبہ قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 09 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ ادارہ ہذا کے چار اساتذہ تنظیم اسلامی کے تحت منعقدہ دورہ ترجمۂ قرآن میں مدرّس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ الحمد للہ ادارہ ہذا کے شعبہ سندھی کے تحت رواں ماہ "مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق" نامی کتابچہ بڑی تعداد

میں چھپ کر موصول ہو چکا ہے جس سے دورۂ ترجمہ قرآن میں رفقاء واحباب استفادہ کر سکیں گے۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ للبنین والبنات میں تدریس کا عمل بحسن وخوبی جاری ہے۔ شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 50 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 47 طلبہ اور شعبہ بنات میں 52 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ البنین میں تذکیر کے حوالے سے "استقبال رمضان" کے موضوع پر تربیتی لیکچر زیر تدریس حافظ محمد لقمان صاحب منعقد ہوا۔ مدرسہ البنین میں بزم طلبہ کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ نے قرأۃ، حمد و نعت میں حصہ لیا۔ دعوت و تبلیغ کے تحت ماہانہ درس قرآن و حدیث میں "استقبال رمضان" کے موضوع پر مقامی تنظیم کے امیر و ناظم قرآن مرکز محمد ہاشم صاحب نے خصوصی خطاب فرمایا۔ نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ مقامی امیر و ناظم مرکز محمد ہاشم صاحب مدرس کی ذمہ داری ادا فرما رہے ہیں جب کہ شعبہ حفظ کے استاذ و مسئول اور معتمد مقامی تنظیم حافظ محمد لقمان صاحب تراویح میں قرآن سنانے کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ مدرسہ قرآن مرکز کے طلبہ کی تراویح کا مرکز میں اس سال بھی اہتمام کیا گیا۔ 06 طلبہ قرآن سنانے کا اہتمام کر رہے ہیں۔ مدرسہ کے فارغ التحصیل (سابق) 40 طلبہ 12 مختلف مقامات پر نماز تراویح میں قرآن سنا رہے ہیں۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

دورۂ ترجمہ قرآن (QTV):

نگرانِ انجمن وامیر تنظیمِ اسلامی گزشتہ چار سال سے رمضان المبارک میں QTV کے اسٹوڈیو میں دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کر رہے تھے، جو کہ براہ راست نشر کیا جارہا تھا۔ جبکہ اس دورہ کو نشر کرنے کے لیے شعبہ ملٹی میڈیا کی ٹیم بھی وہاں پر اپنی خدمات انجام دے رہی تھی، سال 2024ء کے لیے یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ رمضان المبارک سے قبل ایک ایسا دورہ ریکارڈ کیا جائے جس کو متعدد بار اور مختلف سیٹس کے ساتھ دیگر چینلز کے لیے بھی مفید بنایا جاسکے، لہٰذا رواں ماہ اس پراجیکٹ کی پلاننگ عمل میں لائی گئی اور ڈیمو بھی پیش کیا گیا۔ ابھی تک اس سلسلہ کے 142 پروگرام ریکارڈ ہو چکے ہیں جبکہ 120 پروگرام ایڈٹ ہو چکے ہیں۔

آسان عربی گرامر:

رجوع الی القرآن کورس میں جاری آسان عربی گرامر کی پریزینٹیشن کی ازسرِ نو اعلیٰ طرز پر تیاری اور اس کی ریکارڈنگ کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے، اس سلسلہ کی اب تک 140 کلاسز ریکارڈ کی جا چکی ہیں، جبکہ تمام اسباق کی پریزینٹیشن کو نئی شکل دے دی گئی ہے۔

خطباتِ جمعہ (نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب):

ماہِ مارچ 2024ء میں مسجد جامع القرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس) میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطبات جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگز کی گئیں جسے مرکز تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل کے علاوہ انجمن کے آفیشل یوٹیوب چینلز پر اپلوڈ کیا گیا:

- والدین کے حقوق، روزہ اور قرآن، فلسطین اور پی ایس ایل
- رمضان کا پڑاو، تقویٰ، قرآن اور توبہ
- انفاق و مواساۃ | مقصدِ رمضان و پاکستان
- مایوس مت ہو | پلٹو اللہ کی طرف | تھامو قرآن کو

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب):

ماہِ مارچ 2024ء میں جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- استقبالِ رمضان
- عظمتِ رمضان
- روزے کا حاصل | دعا کی فضیلت اور کرنے کے کام
- توبہ کی اہمیت اور فضیلت

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب):

ماہِ مارچ 2024ء میں مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کا درج ذیل موضوع پر ہونے والا خطبہ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- استقبالِ رمضان

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب):

ماہِ مارچ 2024ء میں مسجد جامع القرآن، قرآن انسٹیٹیوٹ گلستانِ جوہر میں محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- رمضان کی تیاری
- عظمتِ رمضان
- قرآن سے تعلق
- روزہ اور تقویٰ
- لیلۃ القدر

ریڈیو پاکستان:

ماہِ مارچ 2024ء میں نگرانِ انجمن کے دو مختصر دروس ریڈیو پاکستان کو ارسال کیے گئے۔

دورۂ ترجمۂ قرآن (عامر پیلس):

رمضان المبارک میں تنظیمِ اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے تحت فائیو اسٹار چورنگی پر امیر تنظیمِ اسلامی و نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب دورۂ ترجمۂ قرآن بیان کر رہے ہیں، اس کی ویڈیو ریکارڈنگ، اور سوشل میڈیا پر لائیو اسٹریمنگ کے ساتھ ساتھ ایس ایم ڈی پروجیکشن کا سلسلہ جاری ہے، اب تک اس سلسلہ کے 86 پروگرام ریکارڈ کیے جا چکے ہیں۔ اس پروگرام کو نشر کرنے کے لیے ویب سائٹ، دورۂ ترجمۂ قرآن اپلیکیشن، انجمن کے ذیلی اداروں کے فیس بک پیجز، تنظیمِ اسلامی کے یوٹیوب چینل اور فیس بک پیج پر بھی نشر کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر یوٹیوب چینلز شجاع الدین شیخ اور ضیاء ریکارڈز پر بھی نشر کیا جا رہا ہے۔

دورۂ ترجمۂ قرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس):

رمضان المبارک میں تنظیمِ اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے تحت قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں صدرِ انجمن محترم انجینئر نعمان اختر صاحب دورۂ ترجمۂ قرآن بیان کر رہے ہیں، اس کی ویڈیو ریکارڈنگ، اور سوشل میڈیا پر لائیو اسٹریمنگ کا سلسلہ جاری ہے، اب تک اس سلسلہ کے 69 پروگرام ریکارڈ کیے جا چکے ہیں۔ اس پروگرام کو ویب سائٹ، دورۂ ترجمۂ قرآن اپلیکیشن، انجمن کے مرکزی آفیشل یوٹیوب چینل اور فیس بک پیج پر نشر کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے فیس بک پیج پر بھی نشر کیا جا رہا ہے۔

امیر سے ملاقات:

پروگرام امیر سے ملاقات کی virtual ریکارڈنگ کی گئی اور اس کی فوٹیج مرکزی انجمن لاہور کو ارسال کر دی گئی۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر واشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن B – 375، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021